اہل سنت کے غیر متداول فقہی مکاتب فکر کا تعارف، اصول استنباط اور معدوم ہونے کے اسباب (ایک مطالعہ)

An Introduction to the Unconventional Jurisprudential Schools of Ahl al-Sunnah, Principles of Derivation and Reasons for Extinction (A Study)

KHALID HAMEED KHAN
Ph.D Scholar, Qurtuba University DI Khan
khalidhameed5724@gmail.com
IMAM-UD-DIN
Ph.D Scholar, Qurtuba University DI Khan
Dr FAZAL ILAHI KHAN
HoD Department of Islamic Studies, Qurtuba University, DI Khan

ABSTRACT

The chain of prophethood ended with Prophet Muhammad ﷺ. That is, Muhammadiyah Shariat is the last Shariat, no Shariat will come after it. Wherever Allah announced the completion of the religion, He also established the authority of the Prophet's Sunnah. Divine revelation was present in the time of the Prophetﷺ . But the Prophet ﷺopened the door of ijtihad forever for the Muslim Ummah to solve the problems that arose after his death with the idea of the discontinuance of revelation. As a result of which, several jurisprudential religions came into existence. Some of these religions have survived, while others have died out. In the present era, the jurists of the four imams of Ahl al-Sunnah are popular among the people, While most people are unaware of extinct religions. While it is important for the scholars to have knowledge of these uncommon jurisprudential religions, it is also important to realize that the knowledge and jurisprudential stock that was lost with the disappearance of these jurisprudential religions can be understood and searched for again. Earning rights can be used from it. Lack of students, inattention, various political, social, administrative, ideological and regional motivations led to their demise. In this research paper, a brief history of unconventional jurisprudential schools of thought and the reasons for their extinction will be presented.

Keywords:.

عہد رسالت مآب ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا، تاہم نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کی خاطر امت کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھولا گیا۔ عہد نبویؐ کے بعد کے ادوار میں مسلمانوں کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہونے کے نتیجے میں عراق، ایران، مصر، شام حتیٰ کہ افریقہ، ایشیا، اندلس اور سندھ تک اسلام کا پرچم لہرایا، نئے تہذیب و تمدن سے واسطہ پڑا اور نئے مسائل سامنے آئے۔ بایں وجہ فقہ اسلامی کو باقاعدہ طور پر مدون و مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اجتہاد کا دروازہ پہلے ہی رسول اللہ ﷺ

کھول گئے تھے۔ بعد ازاں خلفائے راشدینؓ کے طرز عمل سے اس کی توثیق ہو گئی۔ فقہ اسلامی کی طرح تین مآخذ پر عہد رسالتؐ ہی میں ڈال دی گئی تھی جس کا ثبوت سیدنا معاذ بن جبلؓ کی وہ روایت ہے جب رسول اکرمؐ نے ان کو یمن کی طرف بھیجنے سے قبل ان سے کسی معاملہ میں فیصلہ کرنے کی بابت سوال کیا تو انہوں نے جواباً تین مآخذ عرض کیے۔ ۱۔ کتاب اللہ، ۲۔ (کتاب اللہ میں نہ ہونے کی صورت میں) سنت رسول اللہؐ، ۳۔ (اور دونوں میں نہ ہونے کی صورت میں) اپنی رائے سے اجتہاد۔[1] اس جواب کو رسول کریم ﷺ نے پسند فرمایا اور انہی تین مآخذ پر اولاً عملدرآمد ہوتا رہا بعد ازاں مرور زمانہ کے ساتھ نئی اصطلاحات اور طرز استنباط معرض وجود میں آئے۔ عہد صحابہؓ کے بعد عہد تابعینؒ اور عہد تبع تابعینؒ میں بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر دیگر علوم کی طرح فقہ اسلامی کو بھی مدون و مرتب کرنا ضروری سمجھا گیا۔ بنابریں بعض فقہی مذاہب وجود میں آئے۔ جن میں سے بعض اپنا وجود برقرار رکھ سکے اور بعض باقی نہ رہ سکے اور متروک و معدوم ہو گئے۔ اہل سنت والجماعت کے چار مروج فقہی مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کے علاوہ بھی متعدد فقہی مذاہب موجود تھے جو اپنے ادوار کے ائمہ فقہ کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں، ان کے غیر مروج ہونے کی مختلف وجوہات ہیں۔ زیر نظر مقالہ میں غیر متداول اور معدوم فقہی مکاتب فکر میں سے بعض کا تعارف، اصول استنباط، تفردات اور معدوم ہونے کے اسباب و وجوہات کا ذکر اختصاراً کیا جائے گا۔

۱۔امام اوزاعیؒ:

امام عبدالرحمٰن بن عمرو بن یحمد ابو عمرو الاوزاعیؒ ۸۸ھ (۷۰۷ء) کو دمشق میں پیدا ہوئے۔[2] تعلیم کا کچھ حصہ یمامہ میں مکمل کیا۔ پھر وہیں سرکاری ملازمت اختیار کی۔ بعد ازاں بیروت چلے گئے اور وہیں ۱۵۷ھ (۷۷۴ء) میں وفات پائی۔[3] تصانیف میں کتاب السنن فی الفقہ اور کتاب المسائل فی الفقہ[4] نمایاں ہیں۔

شیوخ وتلامذہ:

عطاء بن ابی رباح، یحیٰ بن ابی کثیر، عمرو بن شعیب، ابو جعفر الباقر، قتادہ، زہری، بلال بن سعد، مطعم بن مقدام، عکرمہ بن خالد، ابن المنکدر، ولید بن ہشام، محمد بن سیرین، نافع مولی ابن عمر، میمون بن مہران اور کثیر تابعینؒ آپؒ کے شیوخ جبکہ تلامذہ میں

(1) السجستانی، سلیمان بن اشعث، (1430ھ) سنن ابی داود، باب اجتہاد الرای فی القضاء، دار الرسالۃ العلمیہ، بیروت، الرقم: 3592۔

(2) الزرکلی، خیر الدین بن محمود، (2002ء)، الاعلام، دار العلم للملایین، بیروت، ج3، ص230

(3) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج3، ص235

(4) ابن ندیم، ابو الفرج، محمد بن اسحاق، (س ن)، الفہرست، دار المعرفہ، بیروت، ص318

یحیٰ بن ابی کثیر، زہری (دونوں آپؒ کے شیوخ بھی ہیں)، شعبہ، ثوری، ابو اسحٰق الفزاری، ابن المبارک، مالک، بقیہ بن ولید، معافی بن عمران، یحیٰ القطان، ہقل بن زیاد، عیسیٰ بن یونس نمایاں ہیں۔[1]

فضائل و مناقب:

ابو اسحٰق فزاری فرماتے ہیں کہ اوزاعیؒ عام لوگوں کے رہنما تھے۔[2] عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ہے کہ چار شخص اپنے زمانہ کے امام تھے: ۱۔ بصرہ میں حماد بن زیدؒ، ۲۔ کوفہ میں امام ثوریؒ، ۳۔ حجاز میں امام مالکؒ، ۴۔ شام میں امام اوزاعیؒ۔[3] ہاشم بن یحیٰ نے تاریخ بیروت میں لکھا: امام اوزاعیؒ شام میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ اور ان پر اس کا حکم سلطان کے حکم سے زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔[4]

اصول استنباط:

الفہرست میں آپؒ کا شمار اصحاب الحدیث میں [5] جبکہ کتاب المعارف میں اہل الرائے میں کیا گیا ہے۔[6] عبدالمحسن بن عبدالعزیز الصویلغ نے آپؒ کے اصول استنباط 'قرآن، سنت، اجماع، قول صحابیؓ، قیاس' تفصیلاً بیان کئے ہیں۔[7] اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے "ان کے استدلال پر "تواتر سنت" کے اصول کا غلبہ نظر آتا ہے۔ "تواتر سنت" سے مراد وہ تعامل ہے جو رسول اللہﷺ کے وقت سے شروع ہوا اور جسے خلفائے راشدینؓ نے قائم رکھا اور ان کے بعد بھی قائم رہا۔"[8]

---

(1) ذہبی، شمس الدین، محمد بن احمد، (1417ھ)، سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ج7، ص108

(2) ایضاً، ج7، ص113

(3) ایضاً، ج7، ص113

(4) الزرکلی، الاعلام، ج3، ص320

(5) ابن ندیم، الفہرست، ص318

(6) ابن قتیبہ، ابو محمد عبداللہ بن مسلم، (س ن)، کتاب المعارف، دار المعارف، قاہرہ، 496-497

(7) الصویلغ، عبدالمحسن بن عبدالعزیز، (س ن)، مذہب الامام الاوزاعی، کلیۃ التربیہ، ریاض، 48-59

(8) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج3، ص536

مذہب اوزاعی:

آپؒ ایک مستقل فقہی مسلک کے بانی ہیں۔ شام، بیروت اور اندلس میں مسلک اوزاعیہ رائج رہا۔اندلس میں ۲۲۰ھ کے بعد مالکی مسلک نے اوزاعیہ کی جگہ لے لی جبکہ دمشق میں ۳۴۰ھ تک اس کے آثار ملتے ہیں۔ بلاد شام میں اس دوران امامت ،خطابت، افتاءاور قضاء کے مناصب عالیہ علماءِاوزاعیہ کے لئے مخصوص تھے۔[1] اور بیروت توآپؒ کا اپنا گھر تھا۔ تہذیب الاسماء میں ہے:'' كان امام اهل الشام فى عصره بلا مدافعة ولا مخالفة كان اهل الشام والمغرب على مذهبه قبل انتقالهم الى مذهب مالك رحمه الله ''[2]علامہ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں لکھا:'' ولقد كان مذهب الأوزاعي ظاهرا بالأندلس إلى حدود العشرين ومائتين، ثم تناقض واشتهر مذهب مالك بيحيى بن يحيى الليثي. وكان مذهب الأوزاعي أيضا مشهورا بدمشق إلى حدود الأربعين وثلاثمائة. ''[3] (اوزاعی مذہب اندلس میں تقریباً ۲۲۰ھ تک رائج رہا اس کے بعد کمزور ہو گیا، پھر یحییٰ بن یحییٰ اللیثی کی وجہ سے مالکی مذہب مشہور ہوا اور اوزاعی مذہب دمشق میں بھی ۳۴۰ھ کے قریب تک مشہور رہا۔)

اوزاعیہ کے مشہور علماء:

اوزاعیہ مذہب پر فتوی دینے والے علماء کثیر تھے، نمایاں ترین قاضی دمشق ابوالحسن احمد بن سلمان بن حزلمؒ، ابوزرعہ محمد بن عثمان بن ابراہیم الدمشقی، صوصعہ بن سلام الدمشقیؒ، ساشاط بن سلمہ،[4] ولید بن مزید، عبداللہ بن مبارک[5] عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن عمرو بن میمون القریشی ہیں۔[6]

---

(1) السبکی، تاج الدین، الامام، (س ن)، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت، ج1، ص326

(2) النووی، ابوزکریا محی الدین بن شرف، امام، (س ن)، تھذیب الاسماء واللغات، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج1، ص298

(3) ذہبی، شمس الدین، محمد بن احمد، (1411ھ)، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، دار الکتاب العربی، بیروت، ج9، ص498

(4) الصویلح، مذہب الامام الاوزاعی، ص۔ص46-47

(5) ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعيب ،(1369ھ)، نسائی ،تسمية فقهاء الأمصار من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن بعدهم ، دارالوعی، حلب، ص130

(6) خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت، (1422ھ)، تاریخ بغداد، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ج11، ص549

معدوم ہونے کے اسباب:

بنیادی سبب کتب کا ضائع ہو جانا اور ان کی دوبارہ تدوین کی سعی نہ کرنا ہے۔امام ذہبی نے تاریخ الاسلام میں ولید بن مزید کا بیان نقل کیا ہے کہ جب امام اوزاعیؒ کی کتب ایک زلزلہ میں جل گئیں" تو ایک آدمی ان کی نقلیں لے کر آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے ابو عمرو یہ آپ کی کتاب کا نسخہ (نقل) ہے،اب اصلاح آپ کے ہاتھ میں ہے۔تو آپؒ نے ان نقول سے کچھ بھی پیش نہیں کیا حتّٰی کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔"[1] اندلس میں معدوم ہونے کے اسباب سیاسی ہیں۔امیر اندلس ہشام بن عبدالرحمٰن الداخل بن معاویہ نے اوزاعیہ کی جگہ مالکیہ کو رائج کیا۔[2] جبکہ بلاد شام میں یہ سادہ اور محدثانہ مکتب فکر فقہی مکاتب فکر کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور قصہ ماضی بن گیا۔

۲۔امام لیث بن سعدؒ:

امام لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن ابوالحارث الفھمی ۹۴ھ (۷۱۳ء) کو مصر کے ایک گاؤں قرقشندہ میں تولد ہوئے۔[3] مصری حکومت کے تمام اہلکار بشمول گورنر اور قاضی وغیرہ آپ کے عقیدت مند اور تابع فرمان تھے۔منصور نے آپ کو ملک کی نیابت کی پیشکش کی مگر آپ نے انکار کر دیا۔[4] نصف شعبان ۱۷۵ھ (۷۹۱ء) کو رحلت فرمائی۔[5] علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ آپؒ کثیر التصانیف تھے۔[6] ابن الندیم نے آپ کی کتب التاریخ، مسائل فی الفقہ اور رسالۃ الٰی مالک کا ذکر کیا ہے۔[7]

(1) ذہبی، تاریخ الاسلام، ج9، ص487

(2) ابوالفضل القاضي عياض بن موسی اليحصبي، (1403ھ)، ترتيب المدارک وتقريب المسالک، المملکۃ المغربیۃ وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ، ج4، ص114

(3) الزرکلی، الاعلام، ج5، ص248

(4) ذہبی، شمس الدین، محمد بن احمد، (1333ھ)، تذکرۃ الحفاظ، دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدر آباد، ج1، ص208

(5) ایضاً، ج1، ص209-210

(6) ایضاً، ج1، ص209

(7)۔لیث بن سعد، (1407ھ)، جزء فیہ مجلس من فوائد اللیث بن سعد، سلسلۃ الاجزاء الحدیثیۃ، محقق، محمد بن زرق بن الطرھونی، دار عالم الکتب، ص16

آپ کا تقریباً سارا علمی ذخیرہ ضائع ہوگیا سوائے ایک رسالہ کے جو ابن مندہ (۴۷۵ھ) کی الفوائد کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔[1] علاوہ ازیں آپ کے اَمالی کا ایک مختصر مجموعہ مجلس من فوائد اللیث ابن سعد کے نام سے شائع ہوتا ہے۔[2]

شیوخ و تلامذہ:

آپؒ نے عطاء بن ابی رباح، ابن ابی ملیکۃ، ابن شہاب الزھری، مشرح بن ھاعان، ابو قبیل المعافری، جعفر بن ربیعۃ، عقیل بن خالد، حکیم بن عبد اللہ بن قیس، ابو الزناد، یحیی بن سعید الانصاری سمیت کثیر اساتذہ سے تلمذ کیا۔ تلامذہ میں ابن لھیعۃ، ھشیم، ابن وھب، ابن المبارک، سعید بن شر حبیل، آدم بن ابی ایاس، شعیب بن اللیث (آپؒ کا بیٹا)، یحیی بن بکیر، یحیی بن یحیی اللیثی، عبداللہ بن صالح الکاتب نمایاں ہیں۔[3]

فضائل و مناقب:

امام شافعیؒ نے فرمایا: " كان الليث أفقه من مالك إلّا أنّه ضيعيه أصحابه۔"[4] (لیث، مالک سے زیادہ فقیہ تھے، لیکن ان کے شاگردوں نے انہیں نظر انداز کر دیا۔) امام نوویؒ نے ارشاد فرمایا: " آپؒ کی عظمت، دیانت داری اور فقہ وحدیث میں آپ کے اعلیٰ مقام ومرتبہ پر سب کا اجماع ہے۔"[5]

اصول استنباط:

کتاب المعارف میں آپؒ کو اصحاب الحدیث میں شمار کیا گیا ہے۔[6] سعود بن فرحان محمد الحبلانی العنزی نے اپنے مقالہ بعنوان الامام اللیث بن سعد ومنهجه الفقهي میں آپ کے چھ فقہی مناہج کا مفصل شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ا۔ نص (یعنی قرآن وسنت۔ آپ قرآن وسنت کو ایک درجہ میں رکھتے تھے کیونکہ سنت قرآن کی وضاحت کرتی ہے اگرچہ مرتبہ میں

---

(1) حافظ ابن مندہ، عبدالوہاب بن محمد بن اسحق، الامام، (1430ھ)، الفوائد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج2، ص76-80

(2) لیث، جزء فیہ مجلس من فوائد اللیث بن سعد، ص16

(3) ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج8، ص137-138

(4) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی، (1410ھ)، البدایۃ والنھایۃ، مکتبۃ المعارف، بیروت، ج10، ص166

(5) العسقلانی، شیخ شہاب الدین احمد بن حجر، الشافعی، (1301ھ)، الرحمۃ الغیثیۃ بالترجمۃ اللیثیۃ، المطبعۃ المیریۃ، مصر، ص7

(6) ابن قتیبہ، کتاب المعارف، ص506-507

قرآن سے کم ہے پھر سنت کے قبول ورد کے حوالہ سے بھی آپ کے اپنے طرق ہیں کیونکہ آپ اسماء الرجال، حدیث اور علوم الحدیث کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔)، ۲۔ اجماع صحابہ (آثار کو اجتہاد پر مقدم رکھتے تھے)، ۳۔ اجتہاد، ۴۔ قیاس، ۵۔ مصلحۃ المرسلۃ، ۶۔ عقل (قانون سازی اور دیگر حل طلب مسائل میں عقل انسانی کے کردار سے انکار نہیں کیا)۔ نیز امام مالک کے نام آپ کے مکتوب سے آپ کے فقہی منہج اور انفرادیت کا اندازہ ہوتا ہے۔([1])

فقہی مذہب :

ابن ندیم نے الفہرست میں لکھا ہے: '' الليث ابن سعد من أصحاب مالك و على مذهبه، ثم إختار لنفسه- ''([2]) (لیث بن سعد اصحاب مالک میں سے اور ان کے مذہب پر تھے، پھر آپؒ نے اپنا مذہب اختیار فرمایا۔) اسی طرح کتاب تاریخ الاسلام میں محمد بن سعد کا یہ قول درج ہے: '' كان الليث قد استقلّ بالفتوى فى زمانه- ''([3]) امام نوویؒ نے ارشاد فرمایا: '' و كان استقلّ بالفتوى فى زمانه بمصر- ''[4] ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں آپؒ کو '' فقيه اهل مصر ''([5]) لکھا ہے۔ علی ہذا القیاس تہذیب الاسماء میں ہے: '' وھو امام اهل مصر فى زمانه- ''[6]

معدوم ہونے کے اسباب :

آپ امام مالکؒ کے ہمعصر تھے لیکن جو شہرت امام مالک کو میسر آئی وہ آپ کو حاصل نہ ہو سکی۔ جس کی وجہ سے آپؒ کو زیادہ تعداد میں متبعین میسر نہ آسکے۔ یحیی بن بکیر کہتے ہیں: '' آپ امام مالک سے زیادہ فقیہ ہیں لیکن قسمت نے امام مالک کا ساتھ دیا۔ ''[7] امام شافعیؒ آپ کے مذہب اور فتاوی کے ضائع ہونے پر بہت افسوس کرتے تھے کہ لیث، مالک سے زیادہ فقیہ ہیں لیکن ان کے تلامذہ

---

(1) سعود بن فرحان محمد الحبلانی العنزی، الامام لیث بن سعد و منہجہ الفقهی، (2013ء)، مجلۃ کلیۃ الشریعۃ والقانون بتفھنا، ج 1، ص 41-44

(2) ابن ندیم، الفہرست، ص 281

(3) ذہبی، تاریخ الاسلام، ج 11، 314

(4) النووی، تهذیب الاسماء واللغات، ج 2، ص 74

(5) ابن عساکر، ابوالقاسم علی بن حسن الشافعی، (1417ھ)، تاریخ مدینۃ دمشق، دار الفکر، بیروت، ج 50، ص 348

(6) النووی، تهذیب الاسماء واللغات، ج 2، ص 74

(7) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج 1، ص 208

نے ان کے مذہب کی نشرواشاعت میں تغافل سے کام لیا،[1] جس کی وجہ سے وہ جلد ہی ناپید ہو گیا۔ اور اس کا انجام بھی باقی معدوم فقہی مسالک جیسا ہوا۔ معدومیت کا ایک سبب حکومت وقت کی دلچسپی کا فقدان بھی تھا۔

۳۔امام سفیان ثوری:

سفیان بن سعید بن مسروق الثوری ۹۷ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔[2] حدیث کی ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ ۱۵۰ھ میں منصب قضاۃ پر تقرر سے بچنے کے لیے کوفہ سے ہجرت کر کے پہلے یمن پھر مکہ پھر بصرہ میں روپوش ہوئے۔ بالآخر حماد بن زید کے مشورہ کے بعد آپؒ نے دربار خلافت سے مصالحت کیلئے خط وکتابت شروع کی جس کا بہتر نتیجہ نکلا، لیکن بغداد روانگی سے قبل علیل ہو گئے اور ۱۶۱ھ میں ۶۴ برس کی عمر میں وفات پائی۔[3] ابن ندیم نے الفہرست میں لکھا ہے کہ آپؒ کی وصیت کے مطابق (آپ کے ایک ساتھی) عمار بن سیف نے آپ کی تمام کتب جلادی تھیں۔ نیز جن کتب کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں۔ کتاب الجامع الکبیر، کتاب الجامع الصغیر، کتاب الفرائض، کتاب رسالۃ الی عباد بن عباد الارسوفی اور ایک اور رسالہ جس کا موضوع درج نہیں۔[4] علاوہ ازیں آپ کی قرآن مجید پر ایک تفسیر بھی ہے۔[5]

اساتذہ وتلامذہ:

آپؒ کے شیوخ کی فہرست بہت طویل ہے۔ جن میں سے ابراھیم بن عبد الاعلی، اسامہ بن زید، بکیر بن عطاء، جعفر الصادق، حبیب بن ابی ثابت، سَلَمۃ بن کُہیل، شعبہ بن الحجاج، عبداللہ بن جابر البصری، عمرو بن دینار، عمرو بن مرّۃ، قیس بن مسلم، محمد بن المنکدر، ابواسحٰق الشیبانی نمایاں ہیں۔[6] آپ سے سماع کرنے والوں میں نمایاں ترین الاعمش، جعفر الصّادق، الاوزاعی، ابو

(1) ایضاً، ج1، ص208

(2) الزرکلی، الاعلام، ج3، ص104

(3) ابن العماد، شھاب الدین العکری الحنبلی الدمشقی، (1408ھ)، شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، دار ابن کثیر، دمشق، ج2، ص278

(4) ابن ندیم، الفہرست، ص315

(5) الداوودی، شمس الدین محمد بن علی بن احمد، الحافظ، (1403ھ)، طبقات المفسرین دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج1، ص193

(6) ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج7، ص230-234

اسحٰق الفزاری، حماد بن عیسیٰ الجُھنی، وکیع بن الجراح شامل ہیں۔(1) ذھبی نے سیر اعلام النبلاء میں آپ کے شیوخ کی تعداد چھ سو جبکہ تلامذہ کی تعداد ابوالفرج ابن الجوزی کے حوالے سے ۲۰ ہزار سے زائد بتائی ہے۔(2)

فضائل و مناقب:

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: " میں نے سفیان ثوری سے زیادہ حلال اور حرام کا علم رکھنے والا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ "(3)

عبداللہ (بن داؤد) نے کہا: " ما رأيت أفقه من الثوري۔"(4) (میں نے ثوری سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا۔)

اصول استنباط:

ابن قتیبہ الدینوری نے کتاب المعارف میں آپ کا شمار اہل الرائے میں کیا ہے۔(5) جبکہ الشہرستانی نے آپ کو اصحاب الحدیث میں شمار کیا ہے۔ اور ان کو اصحاب الحدیث کہنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ احادیث جمع کرنے اور اخبار نقل کرنے کا بہت زیادہ خیال رکھتے ہیں اور نصوص پر احکام کی بناء رکھتے ہیں اور وہ اس وقت تک قیاس جلی یا خفی کی طرف نہیں لوٹتے جب تک کہ انہیں خبر یا اثر نہ مل جائے۔(6)

آپؒ اہلسنت والجماعت میں سے تھے اس کی دلیل وہ رائے ہے جو آپؒ نے اپنے ایک شاگرد شعیب بن حارث کو لکھوادی تھی، جس کا ترجمہ یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے۔ وہی اس کا مبداء اور معاد ہے، جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ کافر ہے۔ ایمان نام ہے قول، عمل اور نیت کا اور اس میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ اور شیخین (ابو بکر و عمر) کو مقدم رکھنا۔ اس کے بعد فرمایا: اے شعیب! جو کچھ تم نے لکھا ہے اس کا تمہیں کچھ فائدہ نہ ہو گا جب تک یہ اعتقاد نہ رکھو کہ موضوں پر مسح کرنا جائز ہے، نماز میں بسم الله الرحمٰن الرحيم سراً پڑھنا افضل ہے جہراً پڑھنے سے۔

(1) ایضاً، ج7، ص234-236

(2) ایضاً، ج7، ص234

(3) ابن خلکان، ابوالعباس، شمس الدین بن احمد، (1398ھ)، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، دار صادر، بیروت، ج2، ص389

(4) ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ج10، ص134

(5) ابن قتیبہ، کتاب المعارف، ص497-498

(6) الشہرستانی، ابوالفتح محمد بن عبدالکریم، (1413ھ)، کتاب الملل والنحل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص217

تقدیر پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ بادشاہ (حکومت) کے جھنڈے تلے رہنا خواہ ظالم ہو یا عادل۔ میں (شعیب) نے پوچھا اے ابو عبداللہ! تمام نمازیں (ہم ان کے پیچھے پڑھ لیا کریں؟)، فرمایا: نہیں، فقط جمعہ اور عیدین جن کے پیچھے بھی مل جائیں پڑھ لیا کرو۔ باقی نمازوں میں تمہیں اختیار ہے کہ جس پر مکمل اعتماد ہو اور علم ہو کہ وہ اہل السنۃ میں سے ہے، اسی کے پیچھے پڑھو۔ جب تم اللہ کے سامنے حاضر ہونا اور ان چیزوں کے متعلق تم سے سوال کیا جائے تو عرض کر دینا کہ یہ باتیں مجھے سفیان بن سعید نے بتائی تھیں۔ پھر مجھے اپنے رب کے سپرد کر کے الگ ہو جانا یعنی میرا معاملہ اللہ پر چھوڑ دینا۔"[1]

آپ کے مذکورہ بالا تمام عقائد اہل سنت کے مطابق ہیں لیکن اس کے باوجود آپ پر شیعہ اور زیدی ہونے کا شبہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے جیسا کہ ابن قتیبہ نے آپ کا ذکر شیعہ کی فہرست میں کیا ہے۔[2] حقیقت یہ ہے کہ محبتِ اہل بیت کی وجہ سے یہ قیاس کر لیا گیا کہ آپ تشیع یا زیدیہ کی طرف مائل ہیں، حالانکہ یہ ایک فطری بات تھی، دوسرے لوگوں نے اسے ان کے تشیع پر محمول کیا۔ اسی کتاب میں آپ کا شمار ایک مقام پر اصحاب الرائے میں کیا گیا ہے۔[3] ڈاکٹر سوسن فلاّحہ نے کتاب 'الامام سفیان الثوری و آراؤہ الفقھیة مقارنة بالمذاھب الاخریٰ' میں آپؒ کے اصول استنباط 'قرآن، سنت اور رائے' بیان کئے ہیں۔[4]

فقہی مذہب:

آپ بحیثیت فقیہ ایک مستقل مسلک کے بانی تھے جیسا کہ امام اوزاعی کے ضمن میں عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ذکر ہو چکا کہ چار شخص امام زمانہ تھے، بصرہ میں حماد بن زید، کوفہ میں امام ثوری، حجاز میں امام مالک اور شام میں امام اوزاعی۔[5] ابن العماد الدمشقی نے شذرات الذھب میں فرمایا:" وکان صاحب مذھب "[6] امام نووی نے آپ کا شمار ان چھ ائمہ مجتہدین میں کیا ہے

(1) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج1، ص193

(2) ابن قتیبہ، کتاب المعارف، ص624

(3) ایضاً، ص496-497

(4) ڈاکٹر سوسن فلاّحہ، الامام سفیان الثوری و آراؤہ الفقھیۃ مقارنۃ بالمذاھب الاخریٰ، (1428ھ)، شرکۃ العبیکان للابحاث والتطویر، ریاض، ص89

(5) ذہبی، شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، ج7، ص113

(6) ابن العماد، شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، ج2، ص275

جو صاحب مذہب شمار کیے جاتے ہیں۔فرمایا:" و هو أحد أصحاب المذاهب الستة المتبوعة "[1](ان کا شمار ان چھ صاحب مذہب ائمہ میں ہوتا ہے جو متبوع خلائق ہیں۔)

ابن رجب کے مطابق چوتھی صدی تک یہ مسلک متداول تھا۔" وجد فی آخرالقرن الرابع سفیانیون۔"[2](چوتھی صدی کے آخر تک سفیان ثوری کے متبعین(سفیانی)موجود تھے۔)جبکہ امام ابن تیمیہ کے مطابق آٹھویں صدی تک سفیان ثوری کا مذہب بعض محدود علاقوں میں مروج تھا۔چنانچہ فرمایا:

"واما الأئمة المذكورون فمن سادات أئمة الاسلام فان الثوري امام اهل العراق وهو عند اكثرهم اجل من اقرانه كابن ابى ليلى والحسن بن صالح بن حي و ابى حنيفة وغيره وله مذهب باق الى اليوم بأرض خراسان۔"[3]

(جہاں تک مذکورہ ائمہ کا تعلق ہے تو وہ ائمہ اسلام کے سرداروں میں سے تھے،اور امام ثوری عراق کے لوگوں کے امام تھے اور اکثر کے نزدیک وہ اپنے ہم عصروں سے برتر تھے مثلاًابن ابی لیلیٰ،الحسن بن صالح،اور ابو حنیفہ وغیرہ، اور ان کا مذہب آج بھی خراسان کی سرزمین پر باقی ہے)۔

آپ کے فقہی مذہب کے متبعین کثیر تعداد میں تھے۔جیسا کہ امام سمعانی نے فرمایا:

" وهم عدد كثير لا يحصون ، وإلى الساعة أهل الدينور أكثرهم على مذهبه۔"[4]

(سفیانی مذہب کے متبعین بہت کثیر تعداد میں ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا،اور اس دور میں بھی اہل دینور کے اکثر لوگ ان کے مذہب پر ہیں)۔

اسی طرح الانساب جلد سوم میں ہے:

---

(1)النووی، تھذیب الاسماءواللغات،ج1،ص223

(2)ابن العماد،،شذرات الذھب فی اخبار من ذھب،ج2،ص275

(3)ابن تیمیہ،احمد بن تیمیہ،(1425ھ)، مجموع الفتاوی، مجمّع الملک فھد لطباعۃالمصحف الشریف،المدینۃ المنورۃ،ج23،ص397

(4)السمعانی،ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصورالتمیمی،(1397ھ)،امام،الانساب،دائرۃ المعارف العثمانیہ،حیدرآباد،۱۳۹۷ھ،ج7،ص148

" أهل الدينور هم على مذهب سفيان الثوري اشتهروا بهذه النسبة (الثوري)۔"[1]

فقہ سفیانی کے مشہور علماء:

وہ علماء وفقہاء کرام جو فقہ سفیان ثوری کے مطابق فتویٰ دیتے تھے ان کی تعداد کثیر ہے لیکن زیادہ مشہور علماء میں " ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن الحسین الدینوری ثوری، شیخ ابو محمد عبد الرحمان بن محمد بن الحسن الدونی ثوری "[2]، " حمدون بن احمد بن عمارہ "[3]، " النعمان بن عبد السلام بن حبیب "[4]، " بشر بن الحارث الحافی " [5]، " ابو احمد محمد بن عیسیٰ الجلودی (صحیح مسلم کے راوی) " [6]، " ابو القاسم الجنید البغدادی "[7] اور " عبد الغفار بن عبد الرحمٰن بن ابو بکر الدینوری "[8] (بغداد میں ثوری مذہب پر فتوی دینے والے آخری شخص) قابل ذکر ہیں۔

معدوم ہونے کے اسباب:

اولاً امام سفیان ثوری نے اپنی بعض کتب کو اپنی وفات سے پہلے ضائع کروادیا تھا۔ ثانیاً آپؒ نے عباسی حکمرانوں کی طرف سے قاضی بننے کی پیشکش کو ٹھکرانے اور ان کے سامنے کلمہ حق بلند کرنے کی پاداش میں خود ساختہ جلاوطنی اختیار کی، اپنی جان بچانے کی غرض سے جگہ تبدیل کرتے رہے اور ان کی طرف سے ہر قسم کی مدد کا انکار کرتے رہے۔ یعنی کسی قسم کی سیاسی تائید یا عالی منصب قبول نہیں کیا۔ ثالثاً ثوری علماء کا جلد وفات پاجانا اور تلامذہ کی تعداد کی تدریجاً کمی۔ یہ وہ اسباب و وجوہات تھیں جن کی وجہ سے سفیانی مذہب رفتہ رفتہ کم ہوتے ہوتے ختم ہو گیا۔

---

(1) ایضاً، ج3، ص154

(2) ایضاً، ج3، ص155

(3) ذہبی، شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، ج13، ص50

(4) ایضاً، ج8، 450

(5) الاصبھانی، ابو القاسم اسماعیل بن محمد بن الفضل القرشی التیمی، (1425ھ)، سیر السلف الصالحین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص536

(6) ذہبی، شمس الدین، تاریخ الاسلام، ج26، ص404

(7) ابن خلکان، وفیات الاعیان، ج1، ص373

(8) ابو المحاسن، یوسف بن تغري بردي جمال الدین، (1352ھ)، النجوم الزاهرة فی ملوک مصر و قاهرة، دار الکتب المصریة، قاهره، ج4، ص238

اسحاق بن راہویہ:

اسحاق بن ابراہیم بن مخلد الحنظلی التمیمی المروزی، ابو یعقوب بن راہویہ کی ولادت ۱۶۱ھ (۷۷۸م) میں ہوئی۔[1] آپؒ نیشاپور کے عالم اور اہل مشرق کے شیخ ہیں، ابن راہویہ کے نام سے معروف ہیں۔[2] آپؒ نے صغر سنی میں ابن المبارک اور بڑے ہو کر جریر بن عبد الحمید، عبد العزیز بن عبد الصمد العمی، فضیل بن عیاض، عیسیٰ بن یونس، دراوردی اور ان کے طبقہ سے حدیث کا سماع کیا۔[3] آپ کی جائے پیدائش مرو ہے، پھر نیشاپور سکونت اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔[4] ۲۳۸ھ (۸۵۳م) میں نیشاپور میں وفات پائی۔[5]

اہم تصانیف" ا۔کتاب السنن فی الفقہ، ۲۔کتاب التفسیر"[6]، ۳۔مسند[7] (اسحاق بن راہویہ) ہیں۔ مسند کی صرف چھٹی جلد موجود ہے جس میں روایات کی تعداد ۹۸۰ ہے اور یہ الدکتور عبد الغفور بن عبد الحق البلوشی کی تحقیق کے ساتھ پانچ اجزاء (تین جلدوں) میں مکتبۃ الایمان، المدینۃ المنورہ سے ۱۴۱۲ھ (۱۹۹۱م) میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ علاوہ ازیں مسند اسحاق بن راہویہ، مسند ابن عباس، محمد مختار ضرار المفتی کی تحقیق کے ساتھ ایک جلد میں دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان سے ۱۴۲۳ھ (۲۰۰۲م) میں طبع ہوئی۔[8]

شیوخ و تلامذہ:

شیوخ میں سے بعض کا ذکر ہو چکا، مزید اساتذہ میں سفیان بن عیینۃ، عیسی بن یونس، حفص بن غیاث، عبد الوھاب الثقفی، یحیی بن سعید القطان، ابو بکر بن عیاش، عبیدۃ بن حمید، عبد الرحمن بن مہدی مشہور ہیں۔ اسی طرح تلامذہ میں بقیۃ بن

(1) الزرکلی، الاعلام، ج1، ص292

(2) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج2، ص19

(3) ایضاً، ج2، ص19

(4) الاصبھانی، سیر السلف الصالحین، ص533

(5) الزرکلی، الاعلام، ج1، ص292

(6) ابن ندیم، الفہرست، ص321

(7) الزرکلی، الاعلام، ج1، ص292

(8) گوہر، ابوانس محمد سرور، (س ن)، امام اسحقؒ کے مختصر حالات زندگی، انصار السنۃ پبلیکیشنز، لاہور، ص23-24

الولید، یحیی بن آدم (یہ دونوں آپ کے شیخ بھی ہیں)، احمد بن حنبل، یحیی بن معین، اسحاق بن منصور، محمد بن اسماعیل البخاری، مسلم بن الحجاج، ابوداود، نسائی، محمد بن عیسی السلمی، داود بن علی الظاھری اور عبداللہ بن محمد بن شیرویہ جیسی جلیل القدر شخصیات سرفہرست ہیں۔[1]

فضائل ومناقب:

امام نسائی ؒ کا قول ہے: " آپ ثقہ اور مامون ہیں۔"[2] جب امام اسحاق بن راہویہ کی وفات ہوئی تو محمد بن اسلم الطوسی نے کہا: " میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو اسحاق سے زیادہ خشیت الٰہی رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔[3] فرمایا: اور وہ سب لوگوں سے بڑے عالم تھے۔ اگر سفیان ثوری زندہ ہوتے تو اسحاق بن راہویہ کے محتاج ہوتے۔"[4]

اصول استنباط:

امام ابن القیم الجوزی نے اسحاق بن راہویہ ؒ کو اصحاب الحدیث میں شمار کرتے ہوئے اصحاب الحدیث کے طبقات میں سے ایک طبقہ کو ان کی طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں یحییٰ بن محمد العنبری کا قول بیہقی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: '' طبقات اصحاب الحديث خمسة : المالكية، والشافعية، والحنبلية، والراهوية، والخزيمية[5]۔۔۔۔۔'' (اصحاب الحدیث کے پانچ طبقے ہیں۔ مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ، راہویہ اور خزیمیہ)

الفہرست میں بھی آپ کا شمار اصحاب الحدیث میں کیا گیا ہے۔[6] مسائل کے استنباط کے حوالے سے شاہ ولی اللہؒ نے سب سے زیادہ اتباع سنت کرنے والے، سب سے زیادہ احادیث کی روایت کرنے والے، احادیث کی حیثیت پہچاننے والے اور فقیہانہ

(1) ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج11، ص359-360

(2) ذہبی، شمس الدین، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج1، ص183

(3) القرآن، 28/33

(4) ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج11، ص371

(5) الجوزی، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابو بکر، (1417ھ)، اعلام الموقعین عن رب العالمین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج2، ص202

(6) ابن ندیم، الفہرست، ص321

بصیرت رکھنے والوں میں پہلے شخص امام احمد بن محمد بن حنبلؒ جبکہ دوسرے اسحاق بن راہویہؒ کا ذکر کیا ہے۔[1] نیز اسی رسالہ کے باب میں فقہاء کے فقط دو گروہوں کی تعیین کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض اصحاب یہ گمان کرتے ہیں کہ اصحاب فقہ میں صرف دو گروہ ہیں تیسرا نہیں ہے، یعنی اہل الظاہر اور اہل الرائے، اور جو شخص بھی قیاس کرے اور استنباط (احکام) کرے وہ اہل الرائے ہے، ہر گز ایسا نہیں ہے۔ بلکہ رائے سے مراد فقط فہم و فراست نہیں ہے، کیونکہ علماء میں سے کوئی بھی اس سے عاری نہیں۔ اور نہ رائے وہ ہے جس کا تعلق سنّت سے بالکل ہی نہ ہو، کیونکہ ایسی رائے تو کوئی بھی مسلمان ہر گز اختیار نہیں کرے گا اور نہ اخذ مسائل و قیاس اس طرح ممکن ہے۔ لہذا امام احمدؒ، امام اسحاقؒ اور خود امام شافعیؒ بھی بالاتفاق اہل الرائے سے نہیں ہیں، کیونکہ وہ مسائل مستنبط کرتے تھے اور قیاس بھی کرتے تھے۔ بلکہ اہل الرائے سے مراد وہ لوگ ہیں جو جمہور مسلمانوں کے متفقہ مسائل کے بعد فروعی اور اختلافی مسائل کے اخذ کرنے میں کسی سابقہ امام کے اصول کو پیش نظر رکھنے پر اکتفا کریں۔ لٰہذا ان کے بیشتر مسائل کا انحصار سابقہ نظائر کی نظیر یا کسی سابقہ اصول پر منطبق ہو جائے نہ یہ کہ احادیث و روایات کی جستجو کریں۔ اور ظاہری (اہل الظاہر) وہ ہیں جو نہ قیاس سے کام لیتے ہیں اور نہ آثارِ صحابہ و تابعین سے جیسے داؤد اور ابن حزم اور ان دونوں گروہوں کے درمیان محققین اہل سنّت کا گروہ ہے جیسے احمدؒ اور اسحاقؒ۔" [2]

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے آپ کے فضائل بیان کرتے ہوئے یہ بھی لکھا: " وفرع علی السنن "[3] (یعنی آپ کی فقہی تعریفات پر مبنی ہوتی ہیں۔) طلال محمود سلطان نے کتاب فقہ الامام اسحاق بن راہویہ میں استنباط احکام کے حوالے سے آپ کے متعلق ابن قتیبہ کا ایک قول نقل کیا ہے جس کے مطابق آپ کے اصول استنباط کتاب اللہ، سنت اور قیاس ہیں۔[4]

(1) دہلوی، شاہ ولی اللہ، (1406ھ)، الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف، دار النفائس، بیروت، ص 45

(2) ایضاً، ص 93

(3) العسقلانی، شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر، (1325ھ)، تھذیب التھذیب، دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدر آباد دکن، ج 1، ص 209

(4) طلال محمود سلطان، "مسائل من فقہ الامام اسحٰق بن راہویہ"، مقالہ ڈاکٹریٹ: جامعۃ ام القریٰ، 403ھ-1404ھ، ج 1، ص 101

فقہی مذہب:

آپ کا شمار ان ائمہ مجتہدین میں ہوتا ہے جو صاحب مذہب فقیہ و مجتہد تھے۔ایک زمانہ تک آپ کا مسلک بھی مسلمانوں میں رائج رہا لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کا مسلک کہاں کہاں اور کتنے عرصہ تک متداول رہا۔البتہ امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں نعیم بن حماد کا ایک قول نقل کیا ہے،انہوں نے کہا:

" إذا رأيت العراقي يتكلم في أحمد، فاتهمه في دينه، وإذا رأيت الخراساني يتكلم في إسحاق فاتهمه، و إذا رأيت البصري يتكلم في وهب بن جرير، فاتهمه في دينه۔ "[1]

(اگر کسی عراقی کو احمد کے بارے میں بات کرتے دیکھو تو اس پر اس کے مذہب کا الزام لگاؤ، اگر کسی خراسانی کو اسحاق کے بارے میں بات کرتے دیکھو تو اس پر (اس کے مذہب کا) الزام لگاؤ اور اگر کسی بصری کو وہب بن جریر کے بارے میں بات کرتے دیکھو تو اس پر اس کے مذہب کا الزام لگاؤ۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل خراسان آپ کے مذہب پر تھے۔اسی لئے تو امام زرکلی نے آپ کو" عالم خراسان فی عصره "[2] کہا ہے۔جبکہ امام اصبہانی نے سیر السلف الصالحین میں آپ کو" امام عصره بخراسان "[3] لکھا ہے۔ابن کثیر نے آپ کو مجتہدین میں سے ایک (مجتہد) قرار دیا۔[4] امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے:"اسحاق عندنا امام من ائمة المسلمين "[5] (اسحاق ہمارے نزدیک مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام ہیں۔)

---

(1)ایضاً، ص381

(2)الزرکلی، الاعلام، ج1، ص292

(3)الاصبھانی، سیر السلف الصالحین، ص533

(4)ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ج10، ص317

(5)ابن خلکان، وفیات الاعیان، ج1، ص200

مشہور علماء:

شاہ ولی اللہ کے مطابق امام داؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام دارمی، یہ تمام امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاقؒ کے پیرو خیال کیے جاتے ہیں۔[1]

معدوم ہونے کے اسباب:

طلال محمود سلطان نے مقالہ بعنوان مسائل من فقه الامام اسحٰق بن راهويه میں آپؒ کے فقہی مذہب کے ناپید ہونے کے جو اسباب بیان کیے ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

پہلا سبب یہ کہ آپؒ کے شاگردوں اور اصحاب نے آپؒ کو اور آپ کے مذہب کو چھوڑ دیا۔ دوسرا سبب سلطان کی قربت، سیاسی پشت پناہی اور منصب قضاۃ پر تقرر نہ ہونے کی وجہ سے یہ مسلک زیادہ دیر تک نہ ٹک سکا۔ اور تیسرا سبب آپؒ کے قیمتی علمی و فقہی ورثہ کی حفاظت کرنے میں زمانے نے بھی آپؒ کا ساتھ نہ دیا اور آپ کا علمی ورثہ (کتب اور فقہی آراء وغیرہ) آپؒ کے ساتھ ہی جل گیا اور ضائع ہو گیا۔[2]

امام ابو ثورؒ :

ابو ثور ابراہیم بن خالد بن ابی الیمان الکلبی البغدادیؒ ۱۷۰ھ (۷۸۶م) میں پیدا ہوئے۔[3] بغداد کے رہنے والے بلند پایہ حافظ حدیث اور مجتہد تھے۔[4] بغداد میں صفر ۲۴۰ھ (۸۵۴م) کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔[5]

(1) دہلوی، شاہ ولی اللہ، الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف، ص86

(2) طلال محمود، مسائل من فقہ الامام اسحٰق بن راہویہ، ج1، ص104

(3) ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج12، ص73

(4) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج2، ص87

(5) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج6، ص582

ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں، ان میں سے ایک وہ ہے جس میں انہوں نے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے اختلافات کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کا بھی ذکر فرمایا ہے۔(1) ابن ندیم نے الفہرست میں آپ کی جن کتب کے نام درج کیے ہیں ان میں کتاب الطهارة، کتاب الصلوٰة، کتاب الصيام اور کتاب المناسک شامل ہیں۔(2)

شیوخ و تلامذہ:

شیوخ میں ابن عیینہ، ابن علیہ، وکیع، ابو معاویہ ضریر، شافعی، موسی بن داؤد، محمد بن عبید، یزید بن ہارون اور معاذ بن معاذ نمایاں ہیں۔(3) تلامذہ میں ابو حاتم رازی، مسلم بن الحجاج، ابو داؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، عبید بن محمد بن خلف اور قاسم بن زکریا نمایاں ہیں۔(4)

فضائل و مناقب:

اما احمد بن حنبلؒ سے کسی نے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے علاوہ کسی سے پوچھو، فقہاء سے پوچھو، امام ابو ثورؒ سے دریافت کرلو۔(5) امام نسائی نے فرمایا کہ آپ فقہاء میں سے ایک تھے، ثقہ اور مامون تھے۔ ابن حبان نے آپ کو فضل، ورع اور فقہ کے لحاظ سے دنیا کے اماموں میں سے ایک کہا۔(6)

اصول استنباط:

آپؒ ابتداء میں اہل عراق کے مذہب پر تھے۔(7) امام محمدؒ کے تلامذہ میں سے تھے لیکن امام شافعیؒ کے بغداد تشریف لانے کے بعد رفتہ رفتہ شافعی ہو گئے۔ بقول خطیب بغدادی اہل الرائے سے اہل حدیث کی طرف رجوع کیا۔(8) ابتداء میں امام محمدؒ

(1) الزرکلی، الاعلام، ج1، ص37

(2) ابن ندیم، الفہرست، ص297

(3) کحالہ، عمر رضا، (س ن)، معجم المؤلفین، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج1، ص28

(4) النووی، تهذيب الاسماء واللغات، ج2، ص200

(5) ایضاً، ج2، ص200

(6) ذہبی، تاریخ الاسلام، ج17، ص64

(7) الاندلسی، ابو عمر یوسف بن عبد البر، الإمام، الحافظ، (1417ھ)، الإنتقاء في فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، ص166

(8) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج6، ص580

سے تلمذ کی وجہ سے کتاب وسنت کے ساتھ قیاس کا عنصر بھی نمایاں تھا۔ لہٰذا آپؒ پر بعض اوقات حنفی ہونے کا گمان بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات فقہی آراء میں امام شافعیؒ کی طرف میلان کی وجہ سے شافعی المسلک ہونے کا بھی۔ لیکن شافعی مسلک کے زیر اثر ہونے کے باوجود آپ غیر معمولی علمی اور اجتہادی شان کی وجہ سے جن مسائل میں خود کو زیادہ قوی خیال کرتے تھے، ان میں امام شافعی سے اختلاف کرنے میں ذرہ تامل نہیں کرتے تھے۔ اس لیے آپؒ کو ایک الگ مستقل مذہب کا بانی خیال کیا گیا، جیسا کہ امام نوویؒ نے آپ کو "صاحب مذهب مستقل "[1] لکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض جگہ آپ کے تفردات دلائل کے اعتبار سے امام شافعی کے اجتہادات سے قوی معلوم ہوتے ہیں۔ جبکہ امام یافعی مالکی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے: "ولم يقلد احداً"[2] (انہوں نے کسی کی تقلید نہیں کی)۔ مختصر یہ کہ آپؒ حدیث اور فقہ کے جامع تھے جیسا کہ ابن الاھدل کا قول ہے: " صنف فجمع فی تصنيفه بين الحديث و الفقه "[3]

فقہی مذہب:

ابتداء میں حنفی المسلک تھے۔ جب امام شافعیؒ بغدا تشریف لائے تو ان سے اکتساب فیض کیا۔ صاحب وفیات الاعیان تحریر فرماتے ہیں:

> " امام ابو ثور پہلے اہل رائے کے قول پر عمل کرتے تھے، آپ اہل عراق یعنی احناف کے قول کی طرف رجوع کرتے تھے۔ جب امام شافعیؒ بغداد آئے تو ابتداء میں آپؒ نے ان سے اختلاف کیا پھر اس کی اتباع کی اور سابقہ اہل رائے والے مذہب کو چھوڑ دیا۔"[4]

معجم المؤلفین میں ہے کہ آپؒ نے اپنے لئے نیا مذہب ایجاد کیا جس کو آپ نے امام شافعیؒ کے مذاہب سے تشکیل دیا۔[5] (قدیم وجدید آراء کے مجموعے پر مشتمل مسلک اختیار کیا)۔ اس طرح آپ ایک مستقل مذہب کے بانی ہیں اور آپ کی رائے کو امام شافعیؒ کی رائے نہیں سمجھا جائے گا، بقول الحضری:

(1) النووی، تھذیب الاسماء واللغات، ج2، ص202

(2) یافعی، ابو محمد عبداللہ بن اسعد، (1417ھ)، مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج2، ص97

(3) ابن العماد، شذرات الذھب، ج3، ص130

(4) ابن خلکان، وفیات الاعیان، ج1، ص26

(5) کحالہ، عمر رضا، معجم المؤلفین، ج1، ص28

"جب امام شافعی بغداد میں آئے تو ان سے تعلیم حاصل کی۔ وہ اگرچہ امام شافعی کے مقلد نہیں ہیں بلکہ جب ان کو کوئی دلیل مل جاتی ہے تو انکی مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن ان کا شمار ائمہ فقہائے شافعیہ میں ہے۔ ان کی چند مخصوص رائیں ہیں۔ ان کا ایک خاص مذہب ہے اور ان کے پیرو بھی ہیں۔"[1]

آذر بائیجان اور آرمینیہ کے اکثر لوگ آپؒ کے فقہی مذہب پر تھے۔[2] اور وہاں چوتھی صدی ہجری تک آپؒ کا مذہب وسیع پیمانے پر رائج تھا۔[3]

فقہ امام ابو ثورؒ کے مشہور علماء:

فقہ امام ابو ثور کے مشہور علماء میں ابو جعفر احمد بن محمد العیالی، منصور بن اسماعیل اور عبید بن خلف البزاز وغیرہ شامل ہیں۔[4]

معدوم ہونے کے اسباب:

الحضری نے لکھا کہ آپ کا ایک خاص مذہب ہے اور آپ کے پیروکار بھی ہیں، لیکن آپ کا مذہب زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا۔[5] معدوم ہونے کا اول سبب یہ ہے کہ فقہ شافعی سے قریب ترین ہونے کی وجہ سے آپ کا مسلک، شافعی مسلک میں ضم ہو گیا، بایں وجہ آپؒ کا شمار اکثر و بیشتر شافعی علماء میں ہوتا ہے۔[6] دوم تلامذہ اور دلچسپی کی کمی۔ سوم فقہی آراء کی تدوین کا اہتمام نہ ہونا۔ چہارم کسی سیاسی یا انتظامی عہدہ پر تقرر نہ ہونا۔

امام داؤد ظاہری:

ابو سلیمان داؤد بن علی بن خلف اصبہانی ۲۰۱ھ (۸۱۶م) کو کوفہ میں پیدا ہوئے، کتاب و سنت کے ظاہر سے مسائل اخذ کرنے اور تاویل، رائے اور قیاس سے اعراض کی وجہ سے ظاہری لقب ہے۔[7] آپؒ نے بصرہ، بغداد اور نیشاپور کے مشہور اساتذہ

(1) الحضری، محمد، علامہ، (1993ء)، تاریخ التشریع الاسلامی، ترجمہ: عبدالسلام ندوی، اعظم گڑھ: دار المصنفین، ص 2

(2) ابن ندیم، الفہرست، ص 297

(3) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج 1، ص 725

(4) ابن ندیم، الفہرست، ص 297-298

(5) الحضری، تاریخ التشریع الاسلامی، ص 291

(6) ابن ندیم، الفہرست، ص 297

(7) الزرکلی، الاعلام، ج 2، ص 333

سے حدیث پڑھی، بعد ازاں بغداد میں سکونت اختیار کرلی، جہاں معلم اور مفتی ہونے کی وجہ سے آپ ؒ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھاجاتا تھا۔[1] ۲۷۰ھ (۸۸۴م) کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔[2] کتب میں کتاب الایضاح، کتاب الافضاح، کتاب الاصول، کتاب الحیض، کتاب البینة علی من یستحق البینة علیه، کتاب الدعوی والبینات ،کتاب الرد علی اهل الافک، کتاب الواضح والفاضح للساعی نمایاں ہیں۔[3]

شیوخ وتلامذہ:

آپ کے اساتذہ میں عمرو بن مرزوق، قعنبی، محمد بن کثیر ،مسدّد بن مسرھد اور اسحاق بن راہویہ ،ابو ثور الکلبی، قواریری نمایاں ہیں۔[4] تلامذہ میں آپ کا بیٹا ابو بکر محمد بن داؤد، زکریا الساجی، یوسف ابن یعقوب الداوودی اور عباس بن احمد المذکر نمایاں ترین ہیں۔[5]

فضائل ومناقب:

ابو عمرو مستملی فرماتے ہیں: ''داؤد بن علی حضرت اسحاق بن راہویہ پر رد فرماتے تھے حالانکہ میں نے اس سے پہلے اور بعد میں کسی کو حضرت اسحاق بن راہویہ پر ان کی ہیبت کی وجہ سے رد فرماتے ہوئے نہیں دیکھا۔''[6] ابو العباس یحیٰ بن ثعلب تحریر فرماتے ہیں:'' داؤد کی عقل اس کے علم سے بڑی تھی۔''[7]

اصول استنباط:

امام داؤد ظاہری نے عقل واستدلال کو چھوڑ کر فقط ظاہر قرآن مجید اور حدیث پر اعتماد کیا۔ آپ نے ذاتی رائے اور تمثیلی استدلال (قیاس) کو رد کردیا۔ اور اپنا مسلک یہ مقرر کیا کہ قرآن وحدیث کے صرف ظاہری یا لغوی معنی لینے چاہئیں۔ آپ ؒ نے

(1)اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج9، ص191

(2)الزرکلی، الاعلام، ج2، ص333

(3)ابن ندیم، الفہرست، ص303-305

(4)ذہبی،، سیر اعلام النبلاء، ج13، ص98

(5)ایضاً، ج13، ص98

(6)ذہبی، تاریخ الاسلام، ج20، ص91

(7)ذہبی، تہذیب الاسماء واللغات، گ1، ص182

اجماع کے تصور کو بھی صحابہؓ کے اتفاق رائے تک محدود کر دیا اور ساتھ ہی کسی ایک ہی امام کی تقلید کی بھی نفی کر دی۔[1] لہٰذا معلوم ہوا کہ فقہ ظاہریہ کے تین مآخذ' کتاب، سنت اور اجماع' ہیں۔

امام داود ظاہری کا مذہب:

ذہبی نے آپ ؒ کو ''رئیس اھل الظاھر''[2] کہا ہے۔آپ کے فقہی مسلک کو ظاہریہ یا داؤدیہ کہا جاتا ہے۔[3] فقہ ظاہری اپنے عہد میں ایک اہم مکتب فکر سمجھا جاتا تھا اور اس کا دائرہ اثر میسوپوٹیمیا، جزیرہ نما آئبیریا، جزائر بلیبار، شمالی افریقا اور جنوبی ایران تک پھیلا ہوا تھا۔اس کی ترویج میں البوطی، ابو بکر محمد بن داؤد اور علامہ ابن حزم نے کلیدی کردار ادا کیا۔[4] پانچویں صدی ہجری کے نصف تک یہ مذہب باقی تھا، پھر ختم ہو گیا۔[5]

مذہب ظاہری کے مشہور علماء:

مذہب ظاہری کے مشہور علماء میں ابو الحسن عبد اللہ بن احمد بن رویم، ابو بکر بن النجار، ابو الطیب محمد بن جعفر الدیباجی، احمد بن مخلد الایادی، ابو سعید الحسن بن عبید اللہ، ابو بکر محمد بن احمد الداجی اور ابو نصر رآہ السجستانی نمایاں ہیں۔[6]

معدوم ہونے کے اسباب:

قیاس کی قولاً نفی کرنا لیکن عملاً اختیار کرنا۔ بقول خطیب بغدادی: ''آپ نے احکام شریعت میں قیاس کی قولاً نفی کی لیکن عملاً اسے اختیار کرنے پر مجبور ہوئے اور اسے ایک دلیل کہا۔''[7] قول و فعل کے اس تضاد کی بناء پر آپ کا موقف کمزور ثابت ہوا اور دوہرا معیار یہ کہ اسے تشریعی مصدر کے بجائے استدلال کا ایک طریقہ مانا۔ بایں وجہ ظاہری مسلک کو ہمیشہ شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسرا یہ کہ یہ مسلک اپنے اندر لچک نہ ہونے کی وجہ سے اہل علم اور عوام الناس سے مضبوط تعلق بنانے میں ناکام رہا۔ الحضری

(1) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج9، ص190-191

(2) ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج13، ص97

(3) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج9، ص190

(4). Omar A. Farrukh, Ph.D, A History of Muslim Philosophy,1: 3, Lahore: 1961

(5) الحضری، تاریخ التشریع الاسلامی، ص302

(6) ذہبی، تاریخ الاسلام، ج20، ص91

(7) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ج9، ص348

کے بقول ''انہوں نے بہت سی آراء میں جمہور کی مخالفت کی اور یہ اختلاف نتیجہ ہے قیاس و رائے کو چھوڑنے کتاب و سنت کے ظاہر پر عمل کرنے کا۔'' (1)بغداد میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی جبکہ اندلس میں وہاں کے علماء نے اس مسلک اور ابن حزم کی شدید مخالفت کی، لیکن وہ اس سے ذرا بھی خائف نہ ہوئے اور اپنی رائے تاحیات جاری رکھی۔(2)حقیقت یہ ہے کہ ابن حزم کی وفات کے بعد رفتہ رفتہ یہ فقہی مذہب بھی فنا ہو گیا۔

امام ابن جریر طبری:

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری ۲۲۴ھ (۸۳۹م) کو آمل، طبرستان میں پیدا ہوئے۔ (3)آپؒ تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ سمیت متعدد علوم وفنون کے ماہر تھے۔ (4)بارہ سال کی عمر سے ہی حصولِ علم کے لئے مختلف شہروں کا سفر کیا۔ جن میں ایران، عراق اور شام وغیرہ شامل ہیں۔ (5)۳۱۰ھ (۹۲۳م) کو بغداد میں وصال ہوا۔(6)آپؒ کی مختلف علوم وفنون پر مایہ ناز کتب ہیں۔ جن میں ' اخبار الرسل و الملوک (المعروف تاریخ طبری)، جامع البیان فی تفسیرالقرآن(تفسیر طبری)، اختلاف الفقهاء، المسترشد، جزء فی الاعتقاد، القراآت ' وغیرہ نمایاں ہیں۔(7)

(1)الخضری، تاریخ التشریع الاسلامی، ص302

(2)ایضاً، ص305

(3)الزرکلی، الاعلام، ج6، ص69

(4)ابن خلکان، وفیات الاعیان، ج4، ص191

(5)محمدی، عبدالقادر مصطفی، الدکتور، (1426ھ)، الشفاء فی الحدیث النبوی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ص292

(6)الزرکلی، الاعلام، ج6، ص69

(7)ایضاً، ج6، ص69

شیوخ وتلامذہ:

اساتذہ محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب، اسحاق بن ابی اسرائیل، اسماعیل بن موسیٰ السدّی، ابو کریب محمد بن العلاء، احمد بن منیع، اور محمد بن حمید الرازی نمایاں ہیں۔[1] مشہور تلامذہ ابو شعیب عبد اللہ بن الحسن الحرانی، مخلد بن جعفر الباقرحی، ابو عمرو محمد بن احمد بن حمدان اور احمد بن کامل القاضی ہیں۔[2]

فضائل ومناقب:

علامہ ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں کہ " میں زمین کی سطح پر محمدؒ بن جریر سے زیادہ علم والا نہیں جانتا۔" فقیہ ابو حامد اسفرائینی فرماتے ہیں کہ " تفسیر ابن جریر کے حصول لیے اگر کوئی چین کا سفر کرے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"[3]

اصول استنباط:

عبد العزیز بن سعد الحلّاف نے آپؒ کے اصول استنباط 'قرآن، سنت، اجماع اور قیاس' شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے ہیں۔[4]

مذہب ابن جریر طبریؒ:

تذکرۃ الحفاظ میں آپ کے فقہی مذہب سے متعلق فرغانی کا یہ قول درج ہے:

" آپ نے بغداد میں دو سال شافعی مسلک کی خوب اشاعت کی اور خود بھی اسی مسلک پر گامزن رہے۔ پھر جب ان کے علم میں وسعت پیدا ہوئی اور اجتہاد کے دائرہ میں قدم رکھا تو کسی خاص مسلک کی تقلید سے کنارہ کش ہو گئے اور اپنے اجتہادات پر عمل کرنے لگے اور ان ہی کو اپنی تصانیف کے اوراق پر پھیلا دیا۔"[5]

---

(1) ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج14، ص268

(2) ایضاً، ص269

(3) ذہبی، شمس الدین، العبر فی خبر من غبر، ج1، ص460

(4) الحلاف، عبد العزیز بن سعد، (1405ھ)، فقہ امام ابن جریر الطبری فی العبادات، جامعۃ ام القری، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ص69-74

(5) تذکرۃ الحفاظ، ج2، ص252-253

الفہرست میں بھی آپؒ کو الگ مذہب کا بانی قرار دیا گیا ہے۔[1] آپ کا مذہب بغداد اور اس کے مضافات میں پھیلا اور آپ کے بعض اصحاب نے مصر کا سفر کیا اور اس مذہب کو وہاں قائم کیا۔[2] آپؒ کے متبعین کثیر تعداد میں نہیں تھے۔ابن فرحون کے مطابق چوتھی صدی ہجری کے بعد آپ کے متبعین ختم ہو گئے۔[3] جبکہ الحضری نے تاریخ التشریع الاسلامی میں لکھا کہ یہ مذہب پانچویں صدی کے وسط تک مشہور اور معمول بہ رہا ہے۔[4]

مذہب ابن جریر کے مشہور علماء:

آپؒ کے مذہب کے مشہور علماء میں علی بن عبد العزیز بن محمد الدولابی، ابو بکر محمد بن احمد، ابو الحسن احمد بن یحییٰ اور ابو الحسن الدقیقی الحلوانی الطبری، ابو الحسین ابن یونس، ابو بکر بن کامل، ابو اسحٰق ابراہیم بن حبیب السقطی الطبری، المعافا النہروانی القاضی وغیرہ شامل ہیں۔[5]

معدوم ہونے کے اسباب:

مذہب جریریہ کو امام طبری کی اپنی حیات مبارکہ سے ہی شدید مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حنابلہ سے ان کا اختلاف اتنی شدت اختیار کر گیا کہ آپ کو جان بچانے کے لئے اپنے ہی گھر میں محصور ہونا پڑا۔[6] یقیناً مخالفت کا یہ سلسلہ بعد میں بھی چلتا رہا ہوگا جو بالآخر اس مکتب فکر کے خاتمہ کا سبب بنا ہوگا۔ دوسری وجہ یہ کہ چونکہ اس مسلک کے متبعین پہلے ہی کم تھے اس لئے دوسرے مسالک کی زیادہ ترقی کی وجہ سے یہ مسلک تدریجاً او جھل ہوتے ہوتے ختم ہو گیا۔ سوم اس مذہب کے علماء بھی کم تھے جن کے اس دنیا سے اٹھ جانے کی وجہ سے اس مسلک کو دھچکا لگا اور یہ اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔ چہارم فقہ طبری کے اہم مآخذ کا ضائع

---

(1) ابن ندیم، الفہرست، ص327

(2) الخلاف، فقہ امام ابن جریر الطبری فی العبادات، ص80

(3) الیعمری، ابراهیم بن علی بن محمد، برهان الدین، (س ن) الدیباج المذهب فی معرفة اعیان علماء المذهب، دار التراث للطبع والنشر، قاہرہ، ج1، ص62

(4) الحضری، تاریخ التشریع الاسلامی، ص307

(5) ابن ندیم، الفہرست، ص327-328

(6) ذہبی، شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، ج14، ص27

ہو جانا بھی ایک اہم سبب ہے۔[1]پنجم سرکاری سرپرستی کا کبھی بھی میسر نہ ہونا جو کہ بعض فقہی مذاہب کو حاصل رہی اوران کی بقاء کا سبب بنی۔

مزید فقہی مذاہب جو مروج نہ ہوسکے:

مذکورہ بالا فقہی مذاہب کے علاوہ بھی کثیر تعداد میں ایسے فقاء کرام موجود تھے جن کے اپنے فقہی مکاتب فکر تھے اوران کی پیروی کی جاتی تھی۔ان ائمہ میں ابو سعید حسن بن یسار بصریؒ(المتوفی ۱۱۰ھ)، شریک بن عبد اللہ نخعیؒ(۱۱۷ھ)،ابن شبرمہؒ (۱۴۴ھ)، محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ(۱۴۸ھ)، حماد بن زیدؒ(۱۷۹ھ) سر فہرست ہیں۔ان میں سے بعض مرور زمانہ کے ساتھ ختم ہوگئے اور بعض دوسرے قریب ترین فقہی مذاہب میں ضم ہوگئے۔

مذاہب اربعہ کی بقاء کے اسباب:

۱۔چار معروف مذاہب کو انتہائی قابل شاگرد میسر رہے جنہوں نے ان کی تدوین اور نشر واشاعت کا بھرپور انتظام کیا۔وہ قوت نافذہ کی صلاحیت سے مالامال تھے۔اور معاشرے میں اثر ورسوخ بھی رکھتے تھے۔

۲۔ان مذاہب کو سلطان یا ریاست کی تائید حاصل رہی جیسا کہ حنفی مذہب کو خلافت عباسیہ اور سلطنت عثمانیہ میں زیادہ فروغ ملا، مالکی مکتبہ فکر کا خلیفہ الحکم بن ہشام نے ساتھ دیا۔اور مغرب اور اندلس کے کچھ ممالک نے اسے اپنایا جبکہ شافعی مکتب فکر کو ان کے زمانے میں بنو امیہ اور دوسرے لوگوں کی حمایت حاصل رہی۔رہا حنبلی مسلک تو قضاۃ جیسے عالی مناصب پر اس مسلک کے فقہاء وعلماء فائز رہے۔

۳۔تیسری اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان مذاہب کی تعمیر مفسرانہ، محدثانہ اور مجتہدانہ انداز سے کی گئی جو آج تک ان کو قائم رکھے ہوئے ہے۔

خلاصہ بحث:

غیر متداول فقہی مکاتب فکر کے مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ غیر متداول فقہی مکاتب فکر کے بانی فقہاء،ان کے اجلہ تلامذہ اور ان مذاہب کے مشہور علماء کی خدمات قابل قدر اور لائق صد تحسین ہیں۔عصر حاضر میں اس کھوئے ہوئے علمی

(1) الحلاف، فقہ امام ابن جریر الطبری فی العبادات، ص 81

و فقہی ذخیرہ کی کھوج کی ضرورت ہے، ساتھ ہی ان فقہی مذاہب کے مشہور علماءاور ان کی تصانیف پر تحقیقی اور ناقدانہ کام کی بھی اشد ضرورت ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ ائمہ اربعہ، ان کے تلامذہ اور مشہور علماء کے فقہی اجتہادات ہی عصر حاضر میں قابل عمل ہیں اور انہی کو تفوق حاصل ہے لیکن فقط علم میں اضافہ کی خاطر یا ائمہ اربعہ کی فقہی آراء کے ساتھ دیگر ائمہ فقہ کی آراء کو بھی شامل کر لیا جائے تو اس سے بات میں مزید رسوخ پیدا ہوتا ہے نہ کہ کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے غیر متداول فقہی مکاتب فکر کی دستیاب کتب کا مطالعہ کرنے سے علم میں مزید وسعت پیدا ہوتی ہے، ان کے تفردات کا علم ہوتا ہے اور جہاں ان سے کوئی سقم رہ گیا ہے اس کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ائمہ اربعہ کی آراء سے اس کو دور کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں عصر حاضر میں فقہ مقارن کا رجحان بھی زور پکڑ رہا ہے اس حوالے سے بھی غیر متداول فقہی مذاہب سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ مقالہ ہذا میں چیدہ چیدہ غیر متداول فقہی مذاہب کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے، اصول استنباط اور اسباب معدومیت پر روشنی ڈالی گئی ہے نیز بانیان مذاہب، مشہور علماء اور تصانیف پر بھی سرسری نظر دوڑائی گئی ہے۔

نتائج و سفارشات:

اس تحقیقی مطالعہ سے تاریخ فقہ کے حوالے سے اس جہت سے مطالعہ کرنے کا رجحان پیدا ہوگا، مزید تحقیق و جستجو کا شوق پیدا ہوگا، آراء کے اختلاف کی صورت میں باہمی تکفیر اور عدم برداشت کے کلچر کو ختم کرنے کے لیے راہیں ہموار ہوں گی اور باہمی افہام و تفہیم، برداشت اور دوسروں کی خدمات کو مثبت نظر سے دیکھنے کے رجحان میں اضافہ ہوگا۔ نیز اس موضوع پر مختلف پہلوؤں سے کام کی بھی ضرورت ہے مثلاً فرداً فرداً بھی اور اجتماعی طور پر بھی ان تمام معدوم ہو جانے والے مذاہب کی تاریخ، تفردات، سیاسی و سماجی اثرات، معاشی نظریات، اجتہادی اختلافات، مذہبی رواداری سے متعلق نظریات، قرآن و سنت کی حجیت غیر متداول فقہی مکاتب فکر کی نظر میں وغیرہ وغیرہ۔۔۔، علاوہ ازیں ان کی تصانیف پر بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے، ان کا متداول فقہی مکاتب فکر سے تقابل بھی کیا جا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆